عیدالفطر کے چند مسائل

۱۔صدقہ فطر کی حکمت

اسلام میں فرضیتِ روزہ کا جامع عنوان حصولِ تقویٰ ہے، جس کے تحت انسان فتنہ انگیزی، شرارت، خطاء، معصیت، بدپرہیزی اور بے احتیاطی سے کنارہ کش ہو کر اخلاقِ حسنہ کا پیکر اور صفتِ حمیدہ سے آراستہ ہو جائے ـــــ مگر بتقاضائے بشریت پھر بھی انسان سے ناکردنی افعال اور ناگفتنی اقوال سرزد ہو ہی جاتے ہیں، جو کہ حقیقتِ صوم کے منافی ہیں۔ یہ امور روزہ کے اجر و ثواب میں نقصان دہ، نیز متوقع نتائج کے حصول میں سدِّ سکندری بن سکتے ہیں۔ بنابریں شارع علیہ السلام نے اس کی تلافی کا طریقہ صدقہ فطر بتلایا، اور اس کی حکمت "طھرۃً للصیام وطعمۃً للمساکین" کے الفاظ میں بیان فرمائی۔ یعنی صدقہ فطر روزہ کو یاوہ گوئی اور ہرزہ سرائی کی میل سے صاف کرتا ہے اور عید کے دن مساکین کے لیے خوراک ہے۔ (بخاری، مسلم ـــــ کذا فی ابی داؤد، بتغییر الالفاظ، والمشکوٰۃ المصابیح ص۱۶۰ باب صدقۃ الفطر)

سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قبولیتِ صوم کو صدقہ فطر سے معلق گردانا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ انسان صاحبِ نصاب ہی ہو، بلکہ یہ صدقہ اس غریب پر بھی فرض ہے جس کے پاس عید کے دن اپنے اہل و عیال کی خوراک کے علاوہ اپنے تمام افرادِ خانہ کی طرف سے ایک ایک صاع غلہ دینے کی طاقت ہو۔ اگر میسر نہ ہو تو جتنا ممکن ہو، دے دے! بعض روایات میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ اگر کوئی اتنا تنگدست ہو کہ وہ ادائیگی کی استطاعت نہیں رکھتا، تو وہ لوگوں کے دیئے ہوئے صدقہ سے ادا کرے، جیسا کہ امام نووی شارح مسلم نے مندرجہ بالا حدیث کے تحت بیان فرمایا ہے ـــــ رحمہ اللہ تعالیٰ!

۲۔فرضیت صدقہ فطر

۲ھ میں فرضیتِ صوم کا اعلان ہوا اور اسی رمضان المبارک کے اواخر میں صدقہ فطر کے احکام نازل ہوئے ـــــ اس

کی فرضیت درج ذیل متفق علیہ حدیث سے معلوم ہوتی ہے:

"فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَکٰوۃ الفطر من رمضان صاعًا مّن تمر اوصاعًا من شعیر علی العبد والحرّ والذّکر و الانثٰی والصّغیر والکبیر من المسلمین"

یعنی نبی علیہ السلام نے صدقہ فطر ہر مسلمان غلام، آزاد، مرد، عورت، بالغ اور نابالغ سب پر فرض قرار دیا، جو ایک صاع خوردنی اجناس سے دیا جائے۔

۳۔ مقدارِ صاع

امام ابوحنیفہ رح کے علاوہ امام مالک رح، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، قاضی ابو یوسفؒ اور جمہور علماء کی تحقیق کے مطابق حجازی صاع کے مطابق صدقہ فطر دینا چاہیے:

"لِاَنَّہٗ کَانَ مستعملاً فی بلاد الحجاز فی زمن النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم وَبِہٖ کانوا یخرجون صدقۃ الفطر فی عہدہٖ صلی اللہ علیہ وسلّم"

"کیوں کہ نبی علیہ السلام کے زمانہ میں ملکِ حجاز کے اطراف واکناف میں یہی پیمانہ مستعمل تھا، اور وہ اسی سے صدقہ فطر ادا کرتے تھے"

۴۔ ایک دلچسپ واقعہ

علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ ص۴۲۸-۴۲۹ میں اور علامہ عبدالرحمن مبارک پوریؒ نے تحفۃ الاحوذی میں قاضی ابو یوسف رح کا ایک واقعہ قلمبند کیا ہے کہ قاضی ابو یوسفؒ سفر حج کے لیے ۔ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو عالم مدینہ حضرت امام مالکؒ سے ملاقات ہوئی۔ اس موقع پہ دیگر مسائل کے علاوہ مقدار صاع سے متعلق بھی تبادلہ خیالات ہوا۔ امام مالکؒ نے فرمایا کہ ہمارے ہاں تو حجازی صاع ہی مستعمل ہے۔ قاضی صاحب نے اس پہ دلیل طلب کی تو امام مالک رحمہ اللہ نے جواباً فرمایا کہ "اس کی دلیل کل پیش کی جائے گی"

دوسرے دن مہاجرین وانصار کی اولاد سے پچاس بزرگوں نے اپنے ہاتھ میں حجازی صاع لے کر فرمایا کہ:

ہمارے آباء واجداد زمانہ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں یہی پیمانہ استعمال کرتے تھے اور اس سے صدقہ فطر ادا کرتے تھے"

قاضی ابو یوسفؒ بیان فرماتے ہیں کہ وہ پیمانہ وزن میں ½-۵ رطل تھا، (یعنی ۲ سیر ۱۱ چھٹانک ½-۲ تولہ)

اس کے بعد قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ:

"فَرَأَيت امرًا قَوِيًّا فَتَرَكت قول ابی حنيفةِ فِی الصَّاع واخذتُ بقول اهل المدينة"

یعنی دلائل کے لحاظ سے مجھے یہی مسلک قوی معلوم ہوا، تو میں نے امام ابو حنیفہؒ کے قول پر اہلِ مدینہ کے قول کو ترجیح دی۔

پھر جب کہیں صاع کے متعلق تذکرہ ہوتا تو امام ابو یوسفؒ فرمایا کرتے تھے:

"لَوْ رَأى صاحبی ما رَأيتُ لرجع كما رجعتُ"

کہ "اگر امام ابو حنیفہؒ میری طرح اہلِ مدینہ کا صاع دیکھ لیتے تو ضرور اس مسئلہ سے رجوع فرماتے"

۵۔ نصف صاع کے دلائل پر تبصرہ

بعض احادیث نصف صاع پر بھی دال ہیں، جن کو امام ابو داؤدؒ اور امام دار قطنیؒ نے ذکر کیا ہے، مگر اکثر محدثین نے ان کی صحت کو تسلیم نہیں کیا۔ کیوں کہ نبی علیہ السلام کے وصال کے بعد چالیس سال تک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی عمل تھا کہ جو جنس مہیا ہوتی، اس سے کامل صاع ادا فرماتے۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں حج کے لیے مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ:

"اِنِّیْ لَاَرٰی مُدَّیْنِ مِنْ سَمْرَاءِ الشَّامِ تَعْدِلُ صَاعًا مِن تَمْرٍ"

"میری رائے میں شامی گندم کے دو مُد (یعنی نصف صاع) ایک صاع کھجور کے برابر ہیں"

اکثر صحابہؓ نے اس رائے کو عملی جامہ پہنایا، مگر حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی۔ اور فرمایا کہ "میں تو زندگی بھر ہر جنس سے ایک صاع ہی دوں گا"۔ جب حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بحیثیتِ گورنر بصرہ تشریف لائے، تو آپؓ نے گیہوں سے نصف صاع کا اعلان فرمایا۔ پھر جب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انھوں نے فرمایا:

"إِذَا وَسَّعَ اللّٰه عليكم فاوسعوا اجعلوا صاعًا من برّ وغيره"

(نسائی)

"جب تمہیں اللہ تعالیٰ نے فراخی دی ہے، تو تمہیں بھی فراخدلی سے خرچ کرنا چاہیے اور ہر جنس سے ایک صاع دینا چاہیے"

مولانا عبدالرحمن مبارک پوری تحفۃ الاحوذی میں، اور امام نوویؒ شرح مسلم میں قائلینِ نصف صاع کی اس دلیل پر بحث کرتے ہوئے جو کچھ بیان فرماتے ہیں، اس کا ماحصل یہ ہے کہ:

"قائلینِ نصف صاع نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قول کو بطورِ دلیل پیش کیا ہے۔ دراں حالیکہ یہ صحابی کی اپنی رائے ہے، انھوں نے نبی علیہ السلام سے نہیں سُنا۔ پھر حضرت ابوسعید الخ ری رضی اللہ عنہ کی روایت میں صدقہ فطر میں دی جانے والی اشیاء کھجور، جَو، پنیر، انجیر اور خشک انگور کا تذکرہ ہے، جو قیمت میں کمی بیشی کے باوجود ایک صاع دی جاتی تھیں"

اس سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ نبی علیہ السلام نے قیمت کا نہیں، بلکہ مقدار کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کو اصل قرار دیا ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ صدقہ فطر، زکٰوۃ کے مصارف سے مستثنٰی ہے، کیونکہ اس میں شارع علیہ السلام کا ارشاد صرف مساکین کی ... ہے۔

علامہ ابنِ قیمؒ اپنی مایہ ناز کتاب زاد المعاد میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"وكان من هدايه تخصيص المساكين بهذه الصدقة ولم يكن يقسمها على الاصناف الثمانيه قبضة قبضة ولا امر بذالك و لا فعله احد من اصحابه ولا من بعدهم" (زاد المعاد ص۱۵۱)

ماحصل یہ ہے کہ اسوۂ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مطابق صدقۃ الفطر صرف مساکین کے لیے ہے۔ یہ زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں صرف نہ کیا جائے، کیوں کہ یہ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تعامل صحابہؓ کے خلاف ہے۔

۶۔ عید کی ابتداء

بعثتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے خطۂ عرب میں وہ جملہ برائیاں موجود تھیں جو ایک گم کردہ راہ قوم میں ہو سکتی ہیں۔ بُت پرستی، شرک، بداخلاقی، ذہنوں میں غلامی کے اثرات اور خوشی اور غمی کے ایام میں بلحاظ

عادات واطوار وہ دوسروں کے نقال اور مقلد تھے۔ ایک طرف اگر رومن ان پر اثر انداز تھے، تو دوسری طرف فارسی شاہنشاہیت اور یہودیت کے اثرات ان پر حاوی تھے ــــ جبکہ عید کے معاملہ میں وہ مجوسیوں کے پیرو تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ان میں ایک ایسا انقلاب آیا جس نے زندگی کے تمام گوشوں کو متاثر کیا ــــ شرک کی جگہ توحید، اور بت پرستی کی جگہ اللہ کی عبادت کا ذوق پیدا ہوا ــــ غلامی کی زنجیریں ٹوٹنے لگیں، فارسی عیدوں کو خیر باد کہا گیا، نوروز اور مہرجان کے اثرات بد سے ذہن پاک ہوئے، اور ان کی جگہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو اپنایا گیا ــــ جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے ظاہر ہے کہ:

"كان لاهل الجاهلية يومان فى كل سنة يلعبون فيهما فلما قدم النبىّ صلّى الله عليه وسلّم المدينة قال كان لكم يومان تلعبون فيهما وقد ابدلكم الله بهما خيرًا منهما يوم الفطر و يوم الاضحىٰ"

(نسائی ص ۱۸۶)

"زمانۂ جاہلیت میں عرب نے سال میں عید کے دو دن مقرر کر رکھے تھے، جن میں وہ کھیلتے اور خوشی کرتے ــــ جب نبی صلی اللہ علیہ السلام مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپؐ نے فرمایا: ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دو بہترین دنوں سے بدل دیا ہے ــــ عید الفطر اور عید الاضحیٰ!"

گویا کہ ہماری تقریبات دنیاداروں کی تقریبات سے قطعی مختلف ہیں۔ دنیاداروں کی تقریبات میں، رقص و سرود کی محفلیں، فیشن پرستی، غفلت، خدا فراموشی تعیش پر مبنی کھیلوں کا سامان وغیرہ کا اہتمام ہوتا ہے ــــ مگر اسلام نے ہمیں اغیار کی نقالی سے انتہائی سختی کے ساتھ منع کیا ہے کہ ہم غیر مسلم اقوام کی نقالی، فساق اور اہل فجور کی بد رسموں سے بچیں، تاکہ ہم حقیقی عید کی خوشیوں سے ہمکنار ہو سکیں۔ ایک ماہ کی اس ریاضت نے ہمارے قلب و اذہان میں تسلیم و رضا کا جو نیا شعور پیدا کیا ہے، اس پر ہم خوش و خرم، نازاں اور شاداں ہوں ــــ یہ اُجلا اُجلا لباس، یہ متبسم چہرے، اور اکل و شرب کا اہتمام ہماری اس خوشی اور مسرت کا غماز ہو کہ ہم عبادت و ذکرِ الٰہی اطمینانِ قلب کے ساتھ کر سکیں۔

۷۔ عید کا وقت

عید الفطر کی نماز عید الاضحیٰ کی نماز کی نسبت قدرے دیر سے پڑ[illegible]
چاہیے۔ چنانچہ علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں تحریر فرمایا[illegible]
کہ نبی علیہ السلام عید الفطر کی نماز سورج بقدر دو نیزہ بلند ہونے پر پڑھا کرتے تھے۔
(نیل الاوطار مصری ص۲۴۸ ج)

اسی طرح صاحبِ مشکوٰۃ نے بھی ایک حدیث کا اندراج کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو حکم لکھا تھا کہ:
"عید الفطر کی نماز سے عید الاضحیٰ کی نماز جلد پڑھیں" (عن ابی الحویرثؓ رضی اللہ عنہ، رواہ الشافعی بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ص۱۲۷ مطبوعہ کراچی)

۸۔ عید کھلے میدان میں

نمازِ عید بغیر عذرِ شرعی کے مسجد میں پڑھنی مکروہ ہے، چنانچہ [illegible]ادالمعاد میں ہے کہ:
"وکان فعلها فی المصلّٰی دائما [illegible] یصلّ العید فی المسجد الّا مرّۃ اصابهم المطر" (زاد المعاد ص۱۲۱)
"نبی علیہ السلام نے عیدین ہمیشہ میدان میں ادا کی، صرف ایک دفعہ بارش کی وجہ سے مسجد میں پڑھی"
شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:
"اَن تقام فی الصّحراء [illegible]تکرہ [illegible] الجامع الّا لعذرٍ"
(غنیۃ الطالبین مطبوعہ صدیقی ص۵۲۹)
"عید جنگل میں پڑھنی چاہیے، کسی عذر کے بغیر مسجد میں پڑھنی مکروہ ہے"

۹۔ مستورات کو عید گاہ میں ضرور جانا چاہیے

فقہائے حنفیہ نے عورتوں کو عید گاہ میں جانے سے رو[illegible] ہے۔ مگر حضرت امّ عطیہؓ فرماتی ہیں کہ:
"امرنا ان نخرج الحیض یوم العیدین وذوات الخد[illegible]ر فیشهدن جماعۃ المسلمین ودعوتهم وتعتزل الحیض عن مصلاهن ـــــ الحدیث" (متفق علیہ، بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ص۱۲۵ ج اول)
"ہمیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حکم ملا کہ سب نوجوان عورتیں، حتیٰ کہ

حیض والی عورتیں بھی عیدگاہ چلیں، تاکہ وہ مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو جائیں ——— لیکن حائضہ عورتیں نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں!"

نیز ابنِ ماجہ میں ہے کہ :

"ان النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم کان یخرج بناتہٗ ونساءہ فی العیدین ۔" (ابن ماجۃ)

"وعن اخت عبد اللہ بن رواحۃ رضی اللہ عنہا، عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم انہ قال وجب الخروج علی کلّ ذات نطاق ۔"

(احمد، مجمع الزوائد صـ۲۰۰ ج۲)

"نبی علیہ السلام اپنی لڑکیوں اور بیویوں کو عیدگاہ میں لے جایا کرتے تھے۔"

"اور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا، کہ سب عورتوں کو عیدگاہ میں جانا ضروری ہے۔"

ہر سہ احادیث سے ثابت ہوا کہ عورتوں کو عیدگاہ میں لے جانا ضروری ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اور سرخیل حنفیہ مولانا انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ نے "العرف الشذی" صـ۲۴۴ میں اس مسئلہ کو واضح کیا ہے کہ :

"اصل مذھبنا جواز خروج النسوان فی العیدین ۔"

"ہمارا اصل مذہب یہ ہے کہ عورتوں کو عیدگاہ میں لے جانا چاہیے۔"

تاھم ؟

یہ ضروری ہے کہ عورتیں باپردہ عیدگاہ میں جائیں، ظاہری زیب و زینت اور زیبائش سے گریز کریں اور خوشبو وغیرہ استعمال نہ کریں ——— ورنہ نیکی برباد گناہ لازم کے مترادف ہوگا۔

قارئین سے درخواست ہے کہ

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں، ورنہ تعمیل ڈاک میں سخت دِقّت پیش آتی ہے ——— شکریہ (مینجر)